فضیلۃ الشیخ صالح العثیمین حفظہ اللہ

پردہ

ہر مسلمان کو معلوم ہونا چاہیے کہ غیر محرم مردوں سے عورت کا پردہ کرنا اور منہ ڈھانپنا فرض ہے۔ اس کی فرضیت کے دلائل اللہ رب العزت کی کتاب عظیم اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ میں موجود ہیں اس کے علاوہ اجتہاد و درست نقلی قیاس بھی اسی کا تقاضا کرتے ہیں۔

قرآن حکیم سے چند دلائل

دلیل اول

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (النور)

اے پیغمبر! مومن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں (عصمتوں) کی حفاظت کریں اور اپنا سنگار کسی پر ظاہر نہ کیا کریں سوائے اس کے جو از خود (بغیر ان کے اختیار کے) کھلا رہتا ہے اور اپنے سینوں پر اوڑھنیاں اوڑھے رہا کریں۔ اپنے خاوند اور باپ اور خسر اور بیٹوں اور شوہر کے بیٹوں اور بھائیوں اور بھتیجوں اور بھانجوں اور اپنی ہی قسم کی عورتوں اور اپنے غلاموں کے سوا۔ نیز ان خدام کے جو عورتوں کی خواہش نہ رکھتے ہوں یا ایسے بچوں سے جو عورتوں کے پردے کی چیزوں سے واقف نہ ہوں۔ (غرض ان لوگوں کے سوا کسی پر اپنی زینت اور سنگار کے مقامات کو ظاہر نہ ہونے دیں) اور اپنے پاؤں (ایسے طور سے زمین پر) نہ ماریں کہ (جھنکار کی آواز کانوں تک پہنچ جائے) اور ان کا پوشیدہ زیور معلوم ہو جائے۔ اور مومنو! سب اللہ کے آگے توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

یہ آیت مبارکہ پردہ کے وجوب پر مندرجہ ذیل طریقوں سے دلالت کرتی ہے

(۱) اللہ عزوجل نے مومن عورتوں کو اپنی عصمت کی حفاظت کا حکم دیا ہے اور عصمت کی حفاظت کے حکم کا تقاضا یہ ہے کہ وہ تمام وسائل و ذرائع اختیار کیے جائیں جو اس مقصد کے حصول میں مددگار ہو سکتے ہیں اور ہر عقلمند آدمی جانتا ہے کہ چہرے کا پردہ عصمت کی حفاظت کے منجملہ وسائل میں سے ہے۔ کیوں کہ چہرہ کھلا رکھنا غیر محرم مردوں کے اس کی طرف دیکھنے کا ذریعہ بنتا ہے اور مردوں کو اس کے خدوخال کا جائزہ لینے کا موقع ملتا ہے۔ بالآخر بات میل ملاقات بلکہ ناجائز تعلقات تک جا پہنچتی ہے۔

حدیث میں ہے

اَلْعَيْنَانِ تَزْنِيَانِ وَزِنَاهُمَا النَّظَر

آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں۔ ان کا زنا (ناجائز) دیکھنا ہے

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ پاؤں وغیرہ کا ذکر کرنے کے بعد آخر میں فرمایا۔

والفرج يصدق ذلك او يكذبه

شرمگاہ اس کی تصدیق کر دیتی ہے یا تکذیب۔

لہٰذا جب چہرے کا پردہ حفظ ناموس و عصمت کا ذریعہ ٹھہرا تو وہ بھی اسی طرح فرض ہوگا جس طرح کہ حفظ ناموس و عصمت فرض ہے کیوں کہ وسائل و ذرائع کا بھی وہی حکم ہوتا ہے جو ان مقاصد کا ہو جن کے حصول کے لئے ان (وسائل و ذرائع) کو اختیار کیا جاتا ہے۔

(۲) اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ۔

اور اپنے گریبانوں پر دوپٹے ڈال کر رکھیں۔

خمار (جس کی جمع خُمُر ہے) اس کپڑے کو کہتے ہیں جسے عورت اپنا سر ڈھانپنے کے لئے اوڑھتی ہے۔ مثلاً نقاب برقعہ وغیرہ تو جب اسے یہ حکم ہے کہ اپنے سینے پر دوپٹہ ڈال کر رکھے تو چہرہ ڈھانپنا بھی فرض ہوگا۔ کیوں کہ یا تو چہرہ لازماً اس حکم میں داخل ہو جاتا ہے یا پھر قیاس صحیح اس کا تقاضا کرتا ہے۔

وہ اس طرح کہ جب گردن و سینہ کو ڈھانپنا فرض ہے تو چہرہ کے پردہ کی فرضیت تو بالاولیٰ ہونی چاہیے کیوں کہ وہی خوبصورتی کا مظہر اور فتنہ کا موجب ہے۔ ظاہر ہے حسن کے متلاشی صرف چہرہ کا ہی پوچھتے ہیں۔ چہرہ خوبصورت

ہو تو باقی اعضا کو زیادہ اہمیت کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ جب کہا جاتا ہے کہ فلاں خوبصورت ہے تو اس سے بھی چہرہ کا جمال ہی مراد ہوتا ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ چہرے کا حسن و جمال ہی پوچھنے اور بتلانے والوں کی گفتگو کا محور ہوتا ہے

مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں کیسے ممکن ہے کہ حکمت پر مبنی شریعت سینہ و گردن کے پردے کا تو حکم دے لیکن چہرہ کھلا رکھنے کی رخصت دے

(۳) اللہ تعالیٰ نے زینت کے اظہار سے بالکل منع کر دیا ہے اس حکم سے صرف وہ زینت مستثنیٰ ہے جس کے اظہار سے کوئی چارہ کار ہی نہیں مثلاً بیرونی لباس۔ اسی لئے قرآن نے إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا (سوائے اس زینت کے جواز خود ظاہر ہو جائے) کے الفاظ سے تعبیر کیا۔ یوں نہیں فرمایا إِلَّا مَا أَظْهَرْنَ مِنْهَا (سوائے اس زینت کے جسے عورتیں ظاہر کریں۔

پھر اسی آیت میں زینت کے اظہار سے دوبارہ منع فرمایا اور بتایا کہ صرف ان افراد کے سامنے زینت ظاہر کی جا سکتی ہے جنہیں مستثنیٰ کیا گیا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسرے مقام پر مذکور زینت پہلے مقام پر مذکور زینت سے مختلف اور علیحدہ ہے۔ پہلے مقام پر اس زینت کا حکم بتایا گیا ہے جو ہر ایک کے لئے ظاہر ہوتی ہے اور اس کا پردہ ممکن نہیں۔ جب کہ دوسرے مقام پر مخفی زیبائش مراد ہے یعنی جس کے ذریعہ عورت خود کو مزین کرتی ہے۔ اگر اس آرائش و زیبائش کا اظہار بھی ہر ایک کے سامنے جائز ہوتا تو پہلی زینت کے اظہار کی عام اجازت اور دوسری زینت کے اظہار کے حکم سے بعض افراد کے استثناء کا کوئی خاص فائدہ نہیں رہ جاتا

طفیلی قسم کے افراد جو صرف کھانا کھانے کے لئے کسی کے گھر میں رہتے ہوں اور ان میں جنسی میلان ختم ہو چکا ہو، مردانہ اوصاف سے محروم خدام وہ نابالغ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتیں کچھ نہیں پاتے تو ایسے افراد کے سامنے اللہ تعالیٰ نے مخفی زینت کو کھلا رکھنے کی اجازت دی ہے اس سے دو امور ثابت ہوئے۔

(۱) مذکورہ بالا دو قسم کے افراد کے سوا مخفی زیبائش کو کسی کے سامنے کھلا رکھنا جائز نہیں ہے

(ب) بلاشبہ پردے کے حکم کا دارومدار اور اس کے واجب ہونے کی علت عورت کی طرف دیکھ کر (مردوں کا) فتنے میں مبتلا اور وارفتگی کا شکار ہو جانے کا اندیشہ ہے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ چہرہ تمام حسن کا مرکز اور فتنہ کا مقام ہوتا ہے لہذا اس کا ڈھانپنا ضروری ہوگا تاکہ مرد حضرات بشری تقاضوں سے کسی آزمائش میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

(۵) فرمان باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ۔

اور اپنے پاؤں (ایسے طور سے زمین پر) نہ ماریں کہ جھنکار کی آواز کانوں تک پہنچ جائے اور ان کا پوشیدہ زیور معلوم ہو جائے۔

یعنی عورت اس انداز سے نہ چلے کہ معلوم ہو کہ وہ پازیب وغیرہ پہنے ہوئے ہے جس سے وہ اپنے خاوند کے لئے آراستہ ہوتی ہے جب عورت کو شدت سے زمین پر پاؤں مارنے سے منع کر دیا گیا ہے کہ مبادا غیر محرم مرد اس کے زیور کی جھنکار ہی سے فتنے میں نہ پڑ جائیں تو چہرہ کھلا رکھنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔؟

غور فرمائیے!

فتنے میں پڑنے اور بہک جانے کا امکان کہاں زیادہ ہے کیا اس صورت میں کہ ایک آدمی کسی عورت کے پاؤں میں پڑی پازیب کی جھنکار سنتا ہے اسے معلوم نہیں کہ وہ عورت جوان ہے یا عمر رسیدہ حسین و جمیل ہے یا بد المنظر کیا اس صورت میں بہک جانے کا احتمال زیادہ ہے یا اس صورت میں کہ ایک مرد کسی مست شباب دوشیزہ کا کھلا چہرہ دیکھے جو رعنائی و حسن و زیبائی سے بھرپور ہو اور مشاطگی نے اس کے فتنے کو دو چند کر دیا ہو کہ ہر دیکھنے والا دیکھتا ہی رہ جائے۔ ہر باشعور انسان بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ دونوں میں سے کونسی زینت زیادہ فتنے کا باعث اور مستور و مخفی رہنے کی زیادہ حقدار ہے۔

دلیل دوم

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ وَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَهُنَّ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ۔ (النور۔ ۶۰)

اور بڑی عمر کی عورتیں جن کو نکاح کی توقع نہیں رہی اگر وہ اگر چادر اتار دیں تو ان پر کچھ گناہ نہیں۔ بشرطیکہ اپنی زینت کا مظاہرہ نہ کرتی پھریں اور اگر اس سے بھی بچیں تو یہ ان کے حق میں بہتر ہے۔ اللہ سنتا جانتا ہے۔

اس آیت کریمہ سے پردہ کے واجب ہونے پر وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان بوڑھی عورتوں سے گناہ کی نفی کی ہے جو سن رسیدہ ہونے کے سبب نکاح کی امید نہیں رکھتیں۔ اس لئے کہ بوڑھی ہونے کی وجہ سے مردوں کو ان کے ساتھ نکاح میں کوئی رغبت نہیں ہوتی۔ لیکن اس عمر میں بھی چادر اتار رکھنے پر گناہ نہ ہونا اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اس سے ان کا مقصد زیب و زینت کی نمائش نہ ہو۔ یہ امر بھی دلیل کا محتاج نہیں ہے کہ چادر اتار دینے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ وہ کپڑے اتار کر بالکل برہنہ ہو جائیں بلکہ اس سے صرف وہ کپڑے مراد ہیں جو عام لباس کے اوپر سے اس لئے اوڑھے جاتے ہیں کہ جسم کے وہ حصے جو عام لباس سے عموماً باہر رہتے ہیں جیسے چہرہ اور ہاتھ چھپ جائیں لہذا ان بوڑھی عورتوں کو جو کپڑے اتارنے کی رخصت دی گئی ہے اس سے مراد یہی مذکورہ اضافی کپڑے (یعنی چادریں برقعے وغیرہ) ہیں جو پورے جسم کو ڈھانپتے ہیں۔ لیکن اس حکم کی عمر رسیدہ خواتین کے ساتھ تخصیص دلیل ہے کہ جوان اور نکاح کی عمر والی عورتوں کا حکم ان سے مختلف ہے کیونکہ اگر سب عورتوں کے لئے اضافی کپڑے اتار دینا اور صرف عام لباس پہننے کی

اجازت ہوتی تو " سن رسیدہ و نکاح کی عمر سے گزری ہوئی عورتوں " کو بالخصوص ذکر کرنے کا کوئی مقصد نہیں رہ جاتا۔

مذکورہ آیت کریمہ کے الفاظ

غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِيْنَةٍ

(بشرطیکہ یہ بوڑھی عورتیں اپنی زینت کا مظاہرہ نہ کرتی پھریں)

اس بات کی ایک اور دلیل ہیں کہ نکاح کے قابل، جوان عورتوں پر پردہ واجب ہے چونکہ عام طور پر جب وہ اپنا چہرہ کھلا رکھتی ہے تو اس کا مقصد زینت کی نمائش اور حسن وجمال کا نمایاں مظاہرہ ہوتا ہے۔ اس کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ مرد اس کی طرف دیکھیں اور اس کے حسن وجمال کی مدح وتوصیف کریں۔ اس قماش کی عورتوں میں نیک نیت شاذ ونادر ہی ہوتی ہیں اور شاذ ونادر صورتوں کو عام قوانین کی بنیاد نہیں بنایا جاتا۔

دلیلِ سوم

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (الاحزاب ۵۹)

اے پیغمبر! اپنی ازواج، بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ باہر نکلا کریں تو اپنے اوپر چادر لٹکا لیا کریں یہ امر ان کے لئے موجب شناخت ہوگا تو کوئی ان کو ایذا نہ دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے "

ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی کام کے لئے اپنے گھروں سے نکلیں تو سر کے اوپر سے اپنی چادر لٹکا کر اپنے چہروں کو ڈھانک لیا کریں اور صرف ایک آنکھ کھلی رکھیں۔ صحابی کی تفسیر حجت ہے بلکہ بعض علماء کے نزدیک مرفوع حدیث کے حکم میں ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول میں مذکور ایک آنکھ کھلی رکھنے کی رخصت بھی راستہ دیکھنے کی ضرورت کے پیش نظر دی گئی ہے لہذا جہاں راستہ دیکھنے کی ضرورت نہ ہوگی وہاں ایک آنکھ سے بھی پردہ ہٹانے کی کوئی وجہ نہیں۔

اور جلباب اس چادر کو کہتے ہیں جو دوپٹہ کے اوپر سے عبا (گاؤن) کی طرح اوڑھی یا پہنی جائے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو انصاری خواتین گھروں سے نکلتے وقت اس سکون واطمینان سے چلتیں گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں اور انہوں نے سیاہ رنگ کی چادریں لپیٹ رکھی ہوتیں۔

عبیدۃ السلمانی (تلمیذ حضرت علی رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ مسلمان عورتیں سروں کے اوپر سے چادریں اس طرح اوڑھا کرتی تھیں کہ آنکھوں کے سوا کچھ ظاہر نہ ہوتا۔ وہ بھی اس لئے کہ راستہ دیکھ سکیں۔

دلیلِ چہارم

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا

(الاحزاب ۵۵)

عورتوں پر اپنے باپوں سے (پردہ نہ کرنے میں) کچھ گناہ نہیں اور نہ اپنے بیٹوں سے اور نہ اپنے بھائیوں سے اور نہ اپنے بھتیجوں سے اور نہ اپنے بھانجوں سے نہ اپنی (قسم کی) عورتوں سے اور نہ اپنے غلاموں سے۔ اور اے عورتو! اللہ سے ڈرتی رہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جب عورتوں کو غیر محرم مردوں سے پردہ کرنے کا حکم دیا تو یہ بھی بیان فرما دیا کہ فلاں فلاں قریبی رشتہ داروں سے پردہ واجب نہیں ہے۔ جیسا کہ سورۃ النور کی آیت میں۔

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ الآية

عورتیں اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہر کے لئے ... الخ

ذکر کر کے مستثنیٰ قرار دیا۔

قرآن حکیم میں سے یہ چار دلائل ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر محرم مردوں سے عورت کو پردہ کرنا واجب ہے۔ اور جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے صرف پہلی آیت اس مسئلہ پر پانچ وجوہ سے دلالت کرتی ہے

چہرہ کا پردہ واجب ہونے کے دلائل سُنّتِ مطہرہ سے

اب سنت نبویہ سے چند دلائل ذکر کئے جاتے ہیں

(۱) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

اِذَا خَطَبَ اَحَدُكُمُ امْرَاَةً فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّنْظُرَ اِلَيْهَا اِذَا كَانَ اِنَّمَا يَنْظُرُ اِلَيْهَا لِخِطْبَةٍ وَاِنْ كَانَتْ لَا تَعْلَمُ

مسند احمد

جب کوئی آدمی کسی عورت کو پیغام نکاح دے تو اس پر اس عورت کی طرف دیکھ لینے میں گناہ نہیں۔ بشرطیکہ پیغام نکاح دینے کے لئے دیکھ رہا ہو۔ خواہ وہ عورت اس سے بے خبر ہو۔

مجمع الزوائد میں ہے کہ اس حدیث کی سند میں تمام راوی صحیح کے رجال میں سے ہیں[1]

---

[1]: حدیث صرف مسلم کی شرط پر ہے اس لئے کہ اس کی سند میں موسیٰ بن عبداللہ بن یزید الخطمی بخاری کے رجال میں سے نہیں ہیں۔ مترجم

وجہ استدلال

اس حدیث میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاطب (پیغام نکاح دینے والے) سے گناہ کا مرتفع ہونا اس حالت کے ساتھ مشروط کیا ہے کہ وہ خِطبہ (پیغام نکاح) کے لئے دیکھ رہا ہو۔ ثابت ہوا کہ غیر خاطب (دیکھنے پر) ہر حال میں گناہ گار ہے۔ اسی طرح اگر خاطب بھی خِطبہ کے لئے نہیں بلکہ صرف لطف اندوز ہونے کیلئے دیکھے تو وہ بھی گناہ گار ہوگا۔

اگر یہ کہا جائے کہ اس حدیث میں دیکھی جانے والی چیز کی تخصیص نہیں لہٰذا سینہ چھاتی گردن وغیرہ کا دیکھنا بھی مراد ہو سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر شخص بخوبی جانتا ہے کہ جمال پسند خاطب کا مقصود چہرے کے جمال کا جائزہ لینا ہوتا ہے۔ باقی اعضاء کا حسن تو اس کا تابع ہے۔ اس لئے عورت کے انتخاب میں ظاہری حسن وجمال کو ترجیح دینے والا خاطب چہرہ ہی دیکھے گا۔

(۲) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے متعلق جب حکم دیا کہ وہ بھی عیدگاہ کو جائیں تو وہ کہنے لگیں۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے بعض کے پاس چادر نہیں ہوتی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لِتُلْبِسْهَا أُخْتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا۔

جس کے پاس اپنی چادر نہ ہو اسے کوئی دوسری بہن چادر دیدے

(بخاری مسلم وغیرہ)

یہ حدیث واضح طور پر بتا رہی ہے کہ صحابہ کرام کی خواتین میں چادر کے بغیر باہر نکلنے کا معمول نہ تھا۔ بلکہ چادر پاس نہ ہونے کی صورت میں باہر نکلنے کو وہ ممکن ہی نہیں سمجھتی تھیں۔ اسی لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نماز عید کیلئے عیدگاہ میں جانیکا حکم دیا تو انہوں نے اس امر کو بطور مانع ذکر کیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی کہ یہ مشکل اس طرح حل ہو سکتی ہے کہ ایسی عورت کو کوئی دوسری مسلمان بہن اپنی چادر مستعار دے دے۔

گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو یہ اجازت نہیں دی کہ وہ چادر اوڑھے بغیر عیدگاہ تک بھی جائیں، حالانکہ وہاں جانے کا حکم مرد و عورت سب کو ہے۔ جب ایک ایسے کام کیلئے کہ شرع نے جس کا حکم دیا ہے عورتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر چادر اوڑھے باہر نکلنے کی اجازت نہیں دی تو ایسے امور کے لئے بغیر چادر اوڑھے گھر سے باہر آنے کی اجازت کیسے دی جا سکتی ہے جن کا نہ شرع میں حکم دیا گیا ہے اور نہ ان کی کوئی ضرورت ہے بلکہ مقصد صرف بازاروں میں گھومنا پھرنا مردوں کے ساتھ میل جول اور تماش بینی ہو جس میں کوئی فائدہ نہیں۔

علاوہ ازیں چادر اوڑھنے کا حکم بجالانے خود اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کو مکمل باپردہ رہنا ضروری ہے۔ واللہ اعلم۔

(۳) صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھاتے تو بعض عورتیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز کے لئے چادروں میں لپٹی ہوئی آتیں نماز کے بعد وہ اپنے گھروں کو لوٹتیں تو اندھیرے کے سبب انہیں کوئی نہ پہچان سکتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مزید کہا

عورتوں کے جو اطوار ہم نے دیکھے ہیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ لیتے تو انہیں مسجد میں آنے سے اسی طرح منع کر دیتے جس طرح کہ بنی اسرائیل نے اپنی عورتوں کو منع کر دیا تھا۔ تقریباً اسی قسم کے الفاظ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہیں۔

یہ حدیث پردے کے وجوب پر دو طریقوں سے دلالت کرتی ہے

پردہ کرنا اور اپنے جسم کو مکمل طور پر ڈھانپنا صحابہ کرام کی عورتوں کی عادات میں سے تھا اور صحابہ کرام کا زمانہ تمام زمانوں سے بہتر اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ منزلت رکھتا ہے وہ اخلاق و آداب میں بلند، ایمان میں کامل اور اعمال میں زیادہ صالح تھے وہی قابل اتباع نمونہ ہیں کہ خود ان کو اور ان کی بطریق احسن پیروی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشنودی کی نوید سنائی۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ (التوبۃ ۱۰۰)

(جن لوگوں نے سبقت کی یعنی سب سے پہلے ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہے اور اللہ تعالیٰ پر خوش ہیں اور اس نے ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مبارک عہد میں عورتوں کا طریقہ یہ تھا (جو اوپر ذکر کیا گیا) تو ہمارے لئے کس طرح مستحسن ہو سکتا ہے کہ اس طریقہ سے ہٹ جائیں جس پر چلنے سے ہی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا حصول ممکن ہے۔ خصوصاً جب کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۔ (سورۃ النساء ۱۱۵)

اور جو شخص سیدھا راستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے گا اور مومنوں کے راستے کے سوا اور راستے پر چلے گا تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے۔

(ب) ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جن کا علم و فہم ۔ اللہ کے بندوں کی خیر خواہی کا جذبہ اور دینی بصیرت تعارف کی محتاج نہیں ۔ فرماتے ہیں کہ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے وہ اعمال و اطوار دیکھ لیتے جو ہم نے دیکھے ہیں تو انہیں مساجد میں آنے سے قطعی طور پر منع کر دیتے حالانکہ یہ اس زمانہ میں ہوا جس کی فضیلت احادیث میں وارد ہے یعنی عہد نبوی کے مقابلہ میں عورتوں کی حالت اس حد تک بدل گئی کہ انہیں مساجد میں آنے سے روک دینے کا تقاضا کر رہی تھی ۔ تو ہمارے زمانہ میں بے پردہ نکلنے کی اجازت کیوں کر دی جا سکتی ہے جب کہ عصر نبوی کو گزرے چودہ صدیاں بیت چکی ہیں ۔ اخلاقی بے راہ روی عام ہو چکی ہے شرم و حیاء تقریباً رخصت ہو چکے ہیں اور لوگوں کے دلوں میں دینی حمیت کمزور پڑ چکی ہے

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور فقیہ امت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فہم بھی اسی نتیجہ پر پہنچا جس کی شہادت شریعت کاملہ کی صریح نصوص دے رہی ہیں یعنی اگر کسی کام کے نتیجہ میں ایسے امور سامنے آئیں جنہیں شریعت حرام قرار دیتی ہے تو وہ کام بھی شرعاً حرام ہوگا ۔ خواہ بظاہر جائز ہی نظر آتا ہو ۔

(۴) حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

جو شخص تکبر کے ساتھ اپنی چادر لٹکا کر چلے گا اللہ تعالیٰ اس کی جانب قیامت کے دن نظر رحمت نہیں فرمائے گا ۔

اس پر ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا تو عورتیں اپنی چادریں کس حد تک لٹکائیں ؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک بالشت بھر لٹکا لیں ۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اس طرح تو ان کے پاؤں نظر آئیں گے ۔ فرمایا تو ایک ہاتھ کے برابر لٹکا لیں اس سے زیادہ نہ لٹکائیں ۔

مندرجہ بالا حدیث دلیل ہے کہ عورت پر پاؤں ڈھانپنا فرض ہے اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ یہ حکم تمام صحابیات رضی اللہ عنہن کو معلوم تھا اور بلاشبہ پاؤں میں ہاتھوں اور چہرے کی نسبت کم کشش پائی جاتی ہے ۔ کمتر کشش والے مقام کے حکم کی تصریح خود بخود تنبیہ کر رہی ہے کہ اس سے زیادہ پرکشش اور اس حکم کے زیادہ حقدار مقامات کا کیا حکم ہونا چاہیے یہ بات شرع متین کی حکمت کے منافی ہے کہ کمتر کشش اور قلیل تر فتنہ کے باعث اعضاء کو ڈھانپنا تو فرض ہو لیکن زیادہ فتنہ کے باعث اور پرکشش اعضاء کو کھلا رکھنے کی اجازت ہو ۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت و شریعت میں اس قسم کا تضاد پایا جانا ناممکن ہے ۔

(۵) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

إِذَا كَانَ لِإِحْدَاكُنَّ مُكَاتَبٌ وَكَانَ عِنْدَهٗ مَا يُؤَدِّي فَلْتَحْتَجِبْ مِنْهُ (احمد ، ابو داود ، ترمذی ، ابن ماجہ)

(امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے)

جب کسی عورت کے مکاتب غلام کے پاس اس قدر مال موجود ہو جس سے وہ معاہدہ میں طے شدہ رقم ادا کر سکتا ہو تو اس عورت کو چاہیے کہ اپنے اس غلام سے پردہ کرے ۔

حدیث مذکور سے پردے کا واجب ہونا اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ اس کا مفہوم و مقصود یہ ہے کہ مالکہ کے لئے اپنے غلام کے سامنے جب تک کہ وہ اس کی ملکیت میں ہو چہرہ کھلا رکھنا جائز ہے اور جب غلام پر اس کی ملکیت ختم ہو جائے تو اس پر واجب ہے کہ اس سے پردہ کرے کیونکہ اب وہ غیر محرم ہو گیا ہے ۔ ثابت ہوا کہ عورت کا غیر محرم مردوں سے پردہ کرنا واجب ہے ۔

(۶) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں احرام باندھے ہوئے تھیں تو اونٹ سوار قافلے ہمارے پاس سے گزرتے تھے جس وقت سامنے ہوتے تو ہم اپنے سروں کے اوپر سے چادر چہروں تک لٹکا لیتے جب وہ آگے گزر جاتے تو ہم پھر سے چادر کو چہرہ پر سے ہٹا لیتے ۔ (احمد ، ابو داؤد ، ابن ماجہ)

تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا کہ جب وہ (سوار) ہمارے سامنے ہوتے تو ہم اپنے چہروں پر چادریں ڈال لیتے "

واضح دلیل ہے کہ عورت پر چہرہ ڈھانپنا واجب ہے اس لئے کہ حالت احرام میں چہرہ کھلا رکھنے کا حکم ہے لہٰذا اگر اس واجبی حکم کی بجاآوری میں کوئی زوردار شرعی رکاوٹ موجود نہ ہوتی تو چہرہ کھلا رکھنا ضروری تھا خواہ قافلے پاس سے گزرتے رہیں ۔

اس استدلال کی وضاحت اس طرح کی جا سکتی ہے کہ اکثر اہل علم کے نزدیک حالت احرام میں عورتوں پر چہرہ کھلا رکھنا واجب ہے اور واجب کو اس سے قوی تر واجب کی ادائیگی کی خاطر ہی ترک کیا جا سکتا ہے ۔ اس لئے اگر غیر محرم مردوں سے پردہ کرنا اور چہرہ ڈھانپنا واجب نہ ہوتا تو احرام کی حالت میں اس کے کھلا رکھنے کا حکم جو واجب ہے ترک کرنا جائز نہ ہوتا جب کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ میں حدیث ہے کہ حالت احرام میں عورت کے لئے نقاب ڈالنا اور دستانے پہننا جائز نہیں ہے ۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منجملہ دلائل میں سے ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں حالت احرام کے سوا خواتین میں (چہروں کے پردہ کیلئے) نقاب اور (ہاتھوں کے پردہ کے لئے) دستانوں کا رواج عام تھا ۔ اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کا پردہ کرنا واجب ہو ۔

سنت مطہرہ میں سے یہ چھ دلائل ہیں کہ عورت پر پردہ کرنا اور غیر محرم مردوں سے چہرہ ڈھانپ کر رکھنا فرض ہے ۔

قرآن میں سے مذکور چار دلائل بھی ان میں جمع کر لیں تو کتاب سنت

مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جس کا اپنے آقا سے معاہدہ قرار پا جائے کہ وہ فلاں خدمت انجام دینے یا اتنی رقم ادا کرنے کے بعد آزاد ہوگا ۔ شرط پوری نہ کر سکنے کی صورت میں معاہدہ کالعدم ہو جاتا ہے مکاتب مکمل رقم کی ادائیگی تک غلام ہی ہوتا ہے ۔

سے کل دس دلیلیں ہوئیں۔ تلک عشرۃ کاملۃ۔ وباللہ التوفیق۔

پردے کا وجوب قیاس صحیح کی رو سے

اجتہاد و درست فقہی قیاس جس کی شریعت کاملہ نے تعلیم دی ہے اور یہ نام ہے مصالح اور ان کے حصول کے ذرائع کو برقرار رکھنے کی ترغیب کا، اسی طرح مفاسد اور ان کے وسائل کی مذمت اور ان سے اجتناب کرنے کی تلقین کا۔

چنانچہ ہر وہ کام جس میں خالصۃً مصلحت ہو یا اس کے نقصانات کی نسبت مصلحت کا پہلو روشن ہو تو اس کا حکم علی الترتیب پہلی صورت میں واجب اور دوسری صورت میں کم از کم مستحب ہوگا اور وہ کام جس میں صرف نقصان ہی نقصان ہو یا نقصان اس کی مصلحت سے زیادہ ہو تو اس کام کا حکم علی الترتیب حرام یا مکروہ ہوگا۔

اس قاعدہ کی روشنی میں جب ہم غیر محرم مردوں کے سامنے عورت کے چہرہ بے پردہ رکھنے پر غور کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ یہ بے حجابی بے شمار مفاسد لئے ہوئے ہے۔ اگر بالفرض کوئی مصلحت ہے بھی تو اس سے پیدا ہونے والے نقصانات کے بالمقابل انتہائی معمولی بلکہ بالکل ہی دب کر رہ جاتی ہے۔

بے پردگی کے چند نقصانات

عورت کے چہرہ کو بے پردہ رکھنے کے بڑے بڑے نقصانات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ فتنہ میں پڑنا

عورت جب اپنے چہرے کو بے پردہ رکھتی ہے تو اپنے آپ کو فتنے میں ڈالتی ہے۔ کیوں کہ اسے ان چیزوں کا اہتمام و التزام کرنا پڑتا ہے جس سے اس کا چہرہ خوبصورت جاذب نظر اور دلکش دکھائی دے۔ اس طرح وہ دوسروں کے لئے فتنہ کا باعث بنتی ہے اور یہ شر و فساد کے بڑے اسباب میں سے ہے۔

۲۔ شرم و حیاء کا جاتا رہنا

اس بدعادت سے عورت کے ضمیر سے رفتہ رفتہ شرم و حیاء جاتے رہتے ہیں جو ایمان کا جزو اور فطرت کا لازمی تقاضا ہیں۔ ایک زمانہ میں عورت شرم و حیاء میں ضرب المثل ہوتی تھی مثلاً کہا جاتا تھا۔

اَحْیٰی مِنَ الْعَذْرَاءِ فِیْ خِدْرِھَا۔

کہ فلاں تو پردہ نشین دوشیزہ سے بھی زیادہ شرمیلا ہے۔

شرم و حیاء کا جاتا رہنا نہ صرف یہ کہ عورت کے لئے غارت گر دین و ایمان ہے بلکہ اس فطرت کے خلاف بغاوت بھی ہے جس پر اسے خالق کائنات نے پیدا کیا ہے۔

۳۔ مردوں کا فتنہ میں پڑنا

بے پردہ عورت سے مردوں کا فتنہ میں پڑنا طبعی امر ہے خصوصاً جبکہ وہ خوبصورت بھی ہو۔ نیز ملنساری خوش گفتاری یا ہنسی مذاق کا مظاہرہ کرے۔ ایسا بہت سی بے پردہ خواتین کے ساتھ ہو چکا ہے۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔ ؎

نظرۃ فسلام فکلام فموعد فلقاء

یعنی

؎ اک اشارہ ہوا دو ہاتھ بڑھے بات ہوئی

یا

؎ اور کھل جائیں گے دو چار ملاقاتوں میں

شیطان انسانی جسم میں خون کی طرح رواں دواں ہے۔ کتنی مرتبہ ایسا ہوا کہ باہمی مذاق کے نتیجہ میں کوئی مرد کسی عورت پر یا عورت کسی مرد پر فریفتہ ہو گئی۔ جس سے وہ خرابی بنی کہ اس سے بچاؤ کی کوئی تدبیر نہ بن آئی اللہ تعالیٰ سب کو سلامت رکھے۔

(۴) مرد و عورت کا آزادانہ میل جول

چہرہ کی بے پردگی سے عورتوں اور مردوں کا اختلاط عمل میں آتا ہے۔ اس لئے کہ جب عورت دیکھتی ہے کہ وہ بھی مردوں کی طرح چہرہ کھول کر بے پردہ گھوم پھر سکتی ہے تو آہستہ آہستہ اسے مردوں سے کھلم کھلا دھکم پیل کرنے میں بھی شرم و حیا محسوس نہیں ہوتی اور اس طرح کے میل جول میں بہت بڑا فتنہ اور وسیع فساد مضمر ہے۔

ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے باہر تشریف لائے تو عورتوں کو مردوں کے ساتھ راستہ میں چلتے ہوئے دیکھا تو عورتوں سے ارشاد فرمایا۔

اِسْتَأْخِرْنَ فَاِنَّہٗ لَیْسَ لَکُنَّ اَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِیْقَ عَلَیْکُنَّ بِحَافَّاتِ الطَّرِیْقِ۔

ایک طرف ہٹ جاؤ راستہ کے درمیان چلنا تمہارا حق نہیں ہے ایک طرف ہو کر چلا کرو۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بعد خواتین راستہ کے ایک طرف ہو کر اس طرح چلتیں کہ بسا اوقات ان کی چادریں دیوار کو چھو رہی ہوتیں۔ اس حدیث کو ابن کثیر نے قل للمومنات یغضضن من ابصارھن کی تفسیر کرتے ہوئے ذکر کیا ہے۔

(۱) یہ حدیث سنن ابی داؤد باب فی مشی النساء مع الرجال فی الطریق میں ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی غیر محرم مردوں سے عورتوں کے پردہ کرنے کے واجب ہونے کی تصریح کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کی زینت کے دو درجے مقرر کئے ہیں

۱۔ زینت ظاہرہ ۲۔ زینت غیر ظاہرہ

زینت ظاہرہ کو عورت اپنے شوہر اور محرم مردوں کے علاوہ دوسرے لوگوں کے سامنے بھی کھلا رکھ سکتی ہے۔

آیۂ حجاب نازل ہونے سے پہلے عورتیں چادر اوڑھے بغیر نکلتی تھیں مردوں کی نظران کے ہاتھ اور چہرہ پر پڑتی تھی۔ اس دور میں عورتوں کے لئے جائز تھا کہ چہرہ اور ہاتھ کھلا رکھیں اور مردوں کے لئے بھی ان کی طرف دیکھنا مباح تھا کیوں کہ اس کا کھلا رکھنا جائز تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آیۂ حجاب نازل فرمائی جس میں ارشاد فرمایا۔

یاایہا النبی قل لازواجك و بناتك و نساء المومنین یدنین علیہن من جلابیبہن

"اے نبی اپنی ازواج، صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ خود پر چادریں لٹکائیں"

تو عورتیں مکمل طور پر پردہ کرنے لگیں (مجموع الفتاوی ۲۲/۱۱۰)

اس کے بعد شیخ الاسلام فرماتے ہیں "جلباب چادر کا نام ہے"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اسے ردا (اوڑھنی) اور عام لوگ اسے ازار (تہبند) کہتے ہیں۔ اس سے وہ بڑا تہبند مراد ہے جو عورت کے سر سمیت پورے جسم کو ڈھانپ لے ..... جب عورتوں کو چادر اوڑھنے کا حکم اس لئے ہو کہ وہ پہچانی نہ جاسکیں تو یہ مقصد چہرہ ڈھانپنے یا اس پر نقاب وغیرہ ڈالنے سے ہی حاصل ہوگا۔ لہذا چہرہ اور ہاتھ اس زینت میں سے ہوں گے جس کے بارے میں عورت کو حکم ہے کہ یہ غیر محرم مردوں کے سامنے ظاہر نہیں ہونی چاہیے اس طرح ظاہر کپڑوں کے سوا کوئی زینت باقی نہ رہی جس کا دیکھنا غیر محرم مردوں کے لئے مباح ہو۔۔

اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آخری حکم ذکر کیا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے (نسخ سے) پہلے کا حکم ذکر کیا۔

آخر میں شیخ الاسلام فرماتے ہیں

نسخ سے پہلے کے حکم کے برعکس اب عورت کے لئے چہرہ ہاتھ اور پاؤں غیر محرم مردوں کے سامنے ظاہر کرنا جائز نہیں ہے بلکہ کپڑوں کے سوا کوئی چیز بھی ظاہر نہیں کر سکتی (مجموعہ الفتاوی الکبریٰ ۲۲/۱۱۴)

اسی جز میں ص ۱۱۵ و ص ۱۱۸ میں فرماتے ہیں

عورت کو چہرہ ہاتھ اور پاؤں صرف غیر محرم مردوں کے سامنے ظاہر کرنے سے منع کیا گیا ہے ورنہ عورتوں اور محرم مردوں کے سامنے ان اعضاء کے ظاہر کرنے کی اجازت ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا۔

اس مسئلہ میں بنیادی بات یہ سمجھ لیجئے کہ شارع کے دو مقصد ہیں۔ اول تو یہ کہ مرد و عورت میں امتیاز ہے دوم یہ کہ عورتیں حجاب میں رہیں۔

فتاوی ابن تیمیہ (۲۲/۱۵۶)

یہ تو تھا اس مسئلہ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا نکتہ نظر ان کے علاوہ دوسرے حنبلی فقہاء میں سے متاخرین کے چند اقوال نقل کرنے پر اکتفا کروں گا۔

"المنتہیٰ" میں ہے نامرد۔ خواجہ سرا اور ہیجڑے کیلئے بھی عورت کی طرف دیکھنا حرام ہے۔

"الاقناع" میں ہے نامرد، ہیجڑے کا عورت کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ اسی کتاب میں ایک اور مقام پر ہے آزاد غیر محرم عورت کی طرف قصداً دیکھنا نیز اس کے بالوں کو دیکھنا حرام ہے۔

"الدلیل" کے متن میں ہے۔

دیکھنا آٹھ طرح سے ہوتا ہے۔ پہلی قسم یہ ہے کہ بالغ مرد۔ (خواہ اس کا عضو کٹا ہوا ہو) آزاد غیر محرم عورت کی طرف بلا ضرورت دیکھے۔ اس صورت میں عورت کے کسی بھی عضو کو بلا شرعی ضرورت کے دیکھنا حرام ہے۔ حتیٰ کہ اس کے (سر پہ لگے) مصنوعی بالوں کی طرف نگاہ کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

شافعی فقہاء کا موقف یہ ہے کہ نگاہ اگر بطریق شہوت ہو یا بہک جانے کا اندیشہ ہو تو بلا اختلاف قطعی طور پر حرام ہے اگر بطریق شہوت نہ ہو فتنے کا اندیشہ بھی نہ ہو تو ان کے ہاں دو قول ہیں۔ مؤلف شرح الاقناع نے انہیں نقل کرنے کے بعد کہا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ اس قسم کی نگاہ بھی حرام ہے۔ جیسا کہ فقہ شافعی کی مشہور کتاب منہاج میں ہے۔ اس کی توجیہہ یہ کی ہے کہ عورتوں کا بے پردہ کھلے چہرے کے ساتھ باہر نکلنا تمام اہل اسلام کے نزدیک بالاتفاق ممنوع ہے نیز یہ کہ نگاہ فتنے کا مقام اور شہوت کا محرک ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

قل للمومنین یغضوا من ابصارهم...

مومنوں سے کہہ دو کہ نگاہ نیچی رکھا کریں۔

احکام شریعت میں ملحوظ حکمتوں کے شایان یہی ہے کہ فتنے کی طرف کھلنے والا دروازہ بند کیا جائے اور حالات کے تفاوت کو بہانہ بنانے سے گریز کیا جائے۔

"نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار" میں ہے۔ عورتوں کا بے پردہ کھلے چہرہ کے ساتھ باہر نکلنا بالخصوص اس زمانہ میں کہ جہاں بدقماش لوگوں کی کثرت ہو۔ بالاتفاق اہل اسلام حرام ہے۔

چہرہ بے پردہ رکھنے کو جائز قرار دینے والوں کے شبہات

جہاں تک مجھے علم ہے غیر محرم عورتوں کے چہرہ اور ہاتھوں کی طرف

دیکھنے کو جائز قرار دینے والوں کے پاس کتاب و سنت سے صرف مندرجہ ذیل دلائل ہیں۔

(١) فرمانِ باری تعالیٰ

ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا

کیوں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ "الا ما ظھر منھا" سے مراد عورت کا چہرہ اور اس کے ہاتھ اور انگوٹھی ہے۔ یہ قول امام اعمش نے سعید بن جبیر کے واسطہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے صحابی کی تفسیر حجت ہے

(٢) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما باریک کپڑے پہنے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ مبارک دوسری طرف پھیر لیا۔ اور چہرہ اور ہاتھوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اے اسماء جب عورت بالغ ہو جائے تو جائز نہیں کہ اس کے چہرہ اور ہاتھوں کے سوا کچھ نظر آئے۔ (سنن ابی داؤد)

(٣) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع میں ان کے بھائی فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھے تھے۔ اسی دوران خثعم قبیلے کی ایک عورت آئی تو فضل بن عباس اس کی طرف اور وہ فضل کی طرف دیکھنے لگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کا چہرہ دوسری جانب کر دیا۔ (صحیح بخاری)

ان حضرات کی رائے میں یہ اس امر کی دلیل ہے کہ وہ عورت اپنا چہرہ کھلا رکھے ہوئے تھی۔

(٤) صحیح بخاری اور دوسری کتب حدیث میں بروایت حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز عید پڑھانے کے متعلق حدیث میں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھانے کے بعد لوگوں سے خطاب فرمایا اور وعظ و نصیحت کی پھر چل کر عورتوں کے قریب تشریف لے گئے ان سے بھی خطاب فرمایا اور وعظ و نصیحت کی اور فرمایا۔ اے عورتوں کی جماعت صدقہ کیا کرو کیوں کہ جہنم کا زیادہ تر ایندھن تم (عورتیں) ہی ہو اس پر ایک عورت جس کے رخسار سیاہی مائل تھے۔ درمیان میں سے اٹھی اگر اس عورت کا چہرہ کھلا نہ ہوتا تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو پتہ نہ چلتا کہ اس عورت کے رخسار سیاہی مائل ہیں۔ میری دانست میں یہی [illegible] چہرہ کھلا رکھنے [illegible] پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔

ان دلائل کا جواب

لیکن یہ دلائل اس پائے کے نہیں ہیں کہ ان کے پیش نظر گزشتہ صفحات میں مذکورہ دلائل سے صرف نظر کیا جائے جو چہرے کا پردہ واجب ہونے پر واضح دلالت کرتے ہیں۔ یہ ضعف کے دلائل درج ذیل دو وجوہ کی بنا پر راجح ہیں۔

(ا) جن دلائل میں چہرہ ڈھانپنے کا ذکر ہے ان میں ایک مستقل اور نیا حکم ہے۔ چہرہ کھلا رکھنے کے جواز کے دلائل اپنے اندر کوئی حکم نہیں رکھتے (کیوں کہ یہ تو پردے کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا عام معمول تھا) علماء اصول کے ہاں یہ ضابطہ معروف و مشہور ہے کہ عام حالت کے خلاف کوئی دلیل ہو تو اسے ترجیح دی جاتی ہے کیوں کہ عام حالت کے خلاف جب تک دلیل نہ ملے (اس پر کوئی حکم نہیں لگایا جاتا) اسے برقرار رکھا جاتا ہے اور جب کوئی دلیل نئے حکم کی مل جائے تو اصل اور پہلی حالت کو برقرار رکھنے کی بجائے نئے حکم کے ذریعے اس میں تبدیلی کر دی جاتی ہے۔

اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ جو شخص نئے حکم (چہرہ ڈھانپنے) کی دلیل ذکر کرتا ہے۔ اس کے پاس ایک نئی چیز کا علم ہے کہ پہلی اور عمومی حالت بدل چکی ہے اور چہرہ ڈھانپنا فرض ہو گیا ہے۔ جب کہ دوسرے فریق کو یہ [illegible] حاصل ہو گی۔

یہ ان حضرات کے پیش کردہ دلائل کا اجمالی جواب ہے۔ بالفرض اگر تسلیم کر لیا جائے کہ فریقین کے دلائل ثبوت اور دلالت کے اعتبار سے برابر ہیں پھر بھی اس مسلمہ اصولی قاعدہ کے پیش نظر چہرہ ڈھانپنے کی فرضیت کے دلائل مقدم ہوں گے۔

(ب) جب ہم چہرہ کھلا رکھنے کے جواز کے دلائل پر غور کرتے ہیں تو حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ یہ دلائل چہرہ بے پردہ کرنے کی ممانعت کے دلائل کے ہم پلہ نہیں ہیں۔ جیسا کہ آئندہ صفحات میں ہر ایک دلیل کے الگ الگ جواب سے واضح ہو گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی تفسیر کے تین جواب ہیں۔

١: ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پردہ کی آیت نازل ہونے سے پہلے کی حالت ذکر کی ہو۔ جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں ابھی گزرا ہے۔

٢: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کا مقصد اس زینت کا بیان ہو جس کا ظاہر کرنا منع ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے ذکر کیا ہے۔ ان دونوں باتوں کی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول تفسیر آیت (یایھا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن) سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ گزشتہ صفحات میں قرآن حکیم کی آیات سے پردہ کے دلائل کے ضمن میں اس کا ذکر گزر چکا ہے۔

(ب) اگر ہم مذکورہ بالا دونوں احتمالات تسلیم نہ کریں تو تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر صرف اس وقت حجت ہو سکتی ہے جب کسی دوسرے صحابی کا قول اس کے مقابل نہ ہو۔ بصورت دیگر اس قول پر عمل کیا جائے گا۔ جسے دوسرے دلائل کی بدولت ترجیح حاصل ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کے بالمقابل حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے جس میں انہوں نے (الا ما ظہر منہا سوائے اس زینت کے جو از خود ظاہر ہو جائے) کی تفسیر چادر اور دوسرے ایسے کپڑوں وغیرہ سے کی ہے جو بہرحال ظاہر ہوتے ہیں اور ان کے ڈھانپنے کی کوئی صورت ہی نہیں ہے۔

اس صورت میں ضروری ہے کہ ان دونوں اصحابؓ کی تفسیر میں سے ایک کو دلائل کی رو سے ترجیح دی جائے اور جو راجح قرار پائے اس پر عمل کیا جائے۔

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث دو وجوہ کی بناء پر ضعیف ہے۔

(۱) خالد بن دریک نے جس راوی کے واسطے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے اس کا ذکر نہیں کیا ہے لہٰذا سند منقطع ہے جیسا کہ خود امام ابوداؤد نے اس کی نشاندہی کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ خالد بن دریک نے حضرت عائشہ سے براہ راست نہیں سنا۔ اس حدیث کے ضعیف ہونے کی یہی وجہ ابو حاتم رازی نے بھی بیان کی ہے۔

(ب) اس حدیث کی سند میں سعید بن بشیر البصری نزیل دمشق نامی راوی ہے ابن مہدی نے اسے ناقابل اعتماد سمجھ کر ترک کیا۔ امام احمدؒ ابن معینؒ ابن مدینی اور نسائی رحمہم اللہ جیسے اساطین علم حدیث نے اسے ضعیف قرار دیا لہٰذا یہ حدیث ضعیف ہے اور مذکورہ صدر صحیح احادیث کا مقابلہ نہیں کر سکتی

علاوہ ازیں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی عمر ہجرت کے وقت ستائیس سال تھی یہ ناممکن ہے کہ اس بڑی عمر میں وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایسے کپڑے پہن کر جائیں جن سے ان کے ہاتھوں اور چہرہ کے علاوہ بدن کے اوصاف ظاہر ہو رہے ہوں بالفرض اگر حدیث صحیح بھی ہو تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ واقعہ پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے اور پردہ واجب کرنے والی نصوص نے اس حکم کو بدل دیا ہے لہٰذا وہ ان پر مقدم ہوں گی۔ واللہ اعلم

۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ حدیث سے استدلال کا جواب یہ ہے کہ اس میں غیر محرم عورت کے چہرہ کی طرف دیکھنے کے جواز کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس فعل پر سکوت نہیں فرمایا بلکہ اس کا چہرہ دوسری جانب پھیر دیا۔ اسی لئے امام نوویؒ نے صحیح مسلم کی شرح میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہونے والے مسائل میں سے یہ بھی ہے کہ غیر محرم عورت کی طرف دیکھنا حرام ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں اس حدیث کے فوائد میں سے یہ بھی ذکر کیا ہے،

"اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر محرم عورتوں کی طرف دیکھنا شرعاً ممنوع اور نگاہ نیچی کرنا واجب ہے۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں و بعض کا خیال ہے کہ نظر نیچی رکھنا صرف اس صورت میں واجب ہے کہ جب فتنہ کا اندیشہ ہو (اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو منع نہیں کیا) لیکن میرے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل کہ بعض روایات کے مطابق آپ نے فضل کا چہرہ ڈھانپ دیا زبانی منع سے کہیں زیادہ تاکید کا حامل ہے۔"

اگر کوئی یہ کہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو پردہ کرنے کا حکم کیوں نہیں دیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ حالت احرام میں تھی اور احرام میں عورت کے لیے یہی شرعی حکم ہے [illegible] کوئی اسے نہ دیکھ رہا ہو تو چہرہ کھلا رکھے۔ یہ بھی امکان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں اسے یہ حکم بھی دیا ہو۔ کیونکہ راوی کا اس بات کو ذکر نہ کرنا اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو چہرہ ڈھانپنے کا حکم نہیں دیا۔ کسی بات کے نقل نہ ہونے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ بات سرے سے ہوئی ہی نہیں۔

مسلم اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق پوچھا تو ارشاد فرمایا اصرف بصرك اپنی نگاہ دوسری طرف پھیر لو یا حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنی نگاہ ہٹا لوں۔

۴۔ رہی حدیث جابر رضی اللہ عنہ تو اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ یہ کس سال کا واقعہ ہے یا تو وہ خاتون ان بوڑھی عورتوں میں سے ہوگی جنہیں نکاح سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ تو ایسی خواتین کے لئے چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت ہے اس سے دوسری عورتوں پر حجاب کا وجوب ختم نہیں ہو سکتا۔

یا پھر یہ واقعہ آیۂ حجاب کے نزول سے پہلے کا ہے کیونکہ سورۃ الاحزاب (جس میں پردہ کے احکام ہیں) ۵ھ یا ۶ھ میں نازل ہوئی اور نماز عید ۲ھ سے مشروع چلی آتی ہے۔

واضح رہے کہ اس مسئلہ میں تفصیل کے ساتھ کلام کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس اہم معاشرتی مسئلہ میں عام لوگوں کے لئے شرعی حکم کا جاننا ضروری ہے اور بہت سے ایسے لوگ اس پر قلم اٹھا چکے ہیں جو بے پردگی کو رواج دینا چاہتے ہیں۔ ان لوگوں نے اس مسئلہ میں کما حقہ تحقیق نہیں کی نہ غور و فکر سے کام لیا حالانکہ اہل تحقیق کی ذمہ داری ہے کہ عدل و انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھیں اور ضروری معلومات حاصل کئے بغیر ایسے مسائل میں گفتگو کرنے سے اجتناب کریں۔

محقق کا فرض ہے کہ مختلف دلائل کے درمیان منصف جج کی طرح عدل و انصاف کے ساتھ غیر جانبدارانہ جائزہ لے۔ اور حق کے مطابق فیصلہ کرے کسی ایک جانب کو بغیر دلیل کے راجح قرار نہ دے۔ بلکہ تمام زاویوں سے غور کرے ایسا نہ ہو کہ وہ ایک نظریہ رکھتا ہو اور مبالغے سے کام لے کر اس کے دلائل کو محکم اور مخالف کے دلائل کو بلاوجہ کمزور اور ناقابل توجہ قرار دے اسی لئے علماء نے کہا ہے کہ اعتقاد رکھنے سے پہلے اس کے دلائل کا بغور

جائزہ لینا چاہیے تاکہ اس کا عقیدہ دلیل کے تابع ہو نہ کہ دلیل عقیدہ کے تابع یعنی دلائل کا جائزہ لینے کے بعد عقیدہ بنائے نہ کہ عقیدہ قائم کر کے دلائل کی تلاش میں نکل کھڑا ہو۔ کیوں کہ جو شخص دلائل دیکھنے سے پہلے عقیدہ بنا لیتا ہے اپنے عقیدہ کے مخالف دلائل کو عموماً رد کرتا ہے اگر ایسا ممکن نہ ہو تو ان کی تحریف کا مرتکب ہوتا ہے۔

عقیدہ قائم کر لینے کے بعد دلائل کی تلاش کے نقصانات ہمارے بلکہ سب کے مشاہدہ میں ہیں کہ کس طرح ایسا کرنے والا ضعیف احادیث کو بتکلف صحیح قرار دیتا ہے یا نصوص سے ایسے معانی کشید کرنے کی سعی میں مصروف نظر آتا ہے جو کہ اس میں پائے نہیں جاتے لیکن صرف اپنی بات کو ثابت و مدلل کرنے کے لئے یہ سب کچھ اسے کرنا پڑتا ہے۔

مثلاً راقم نے ایک صاحب کا رسالہ پردہ کے عدم وجوب پر پڑھا اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جو کہ سنن ابی داؤد میں ہے جس میں ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا باریک کپڑوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ جب عورت سن بلوغ کو پہنچ جائے تو ان اعضاء کے سوا کچھ نظر نہیں آنا چاہیے اور ہاتھوں اور چہرہ کی طرف اشارہ کیا۔ یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ یہ حدیث متفق علیہ ہے یعنی تمام علماء اس کے صحیح ہونے پر متفق ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے تمام علماء کا اتفاق کہاں؟ خود اسے روایت کرنے والے امام ابوداؤد نے اسے مرسل ہونے کے سبب معلل قرار دیا ہے اور اس کی سند میں ایک ایسا راوی ہے جسے امام احمد اور دوسرے ائمہ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے (تفصیل گزر چکی ہے)

لیکن برا ہو تعصب اور جہالت کا کہ انسان کو ہلاکت و مصیبت میں گرفتار کرا دیتے ہیں شیخ الاسلام ابن القیمؒ نے کیا خوب کہا ہے۔

وتعرمن ثوبين من يلبسهما

يلقى الردى بمذمة وهوان

ان دو کپڑوں سے اپنے آپ کو آزاد کر لو کہ جو انہیں پہن لیتا ہے [illegible]

ثوب من الجهل المركب فوقه

ثوب التعصب بئست الثوبان

ایک کپڑا تو جہل مرکب ہے اور دوسرا تعصب یہ دونوں کپڑے بہت ہی برے ہیں۔

وتحلّ بالإنصاف أفخر حلّة

زينت بها الأعطاف والكتفان

عدل و انصاف کا لباس زیب تن کر و کہ یہی خلعت فاخرہ ہے جس سے شانے اور بدن کا ایک ایک حصہ مزین ہو جاتا ہے۔

ہر مؤلف اور مقالہ نگار کو دلائل کی تلاش اور ان کی چھان بین میں کوتاہی کے ارتکاب سے ڈرنا چاہیے اور بغیر علم کے محض جلد بازی میں کوئی بات کہنے سے کامل اجتناب کرنا چاہیے ورنہ وہ ان لوگوں میں سے ہوگا جن کے متعلق قرآن حکیم میں یہ وعید شدید وارد ہے۔

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ —

(الانعام ۱۴۴)

تو اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ افتراء کرے تاکہ از راہ بے دانشی لوگوں کو گمراہ کرے۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

[illegible] کوتاہی کا مرتکب ہو اور دوسری طرف ثابت شدہ دلائل کو ٹھکرا کر بدتر از گناہ کا مصداق بنے اور اس زمرے میں داخل ہو جائے جس کے متعلق فرمان ربانی ہے۔

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ إِذْ جَاءَهُ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِلْكَافِرِينَ (الزمر)

تو اس سے بڑھ کر ظالم کون؟ جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولے اور سچی بات جب اس کے پاس پہنچ جائے تو اسے جھٹلائے۔ کیا جہنم میں کافروں کا ٹھکانہ نہیں؟

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں حق کو حق سمجھنے اور اس کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ نیز باطل کو باطل سمجھنے اور اس سے مکمل طور پر اجتناب کی ہمت دے اور اپنی سیدھی راہ کی طرف ہدایت دے کہ وہی بخشندہ و کرم گستر ہے۔

وصلى الله وسلم وبارك على نبيه وعلى آله

واصحابه واتباعه اجمعين